www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیام

از سیدہ انعم بخاری

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کردی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ اپنے اختتام کو آپہنچا۔ کل حیام کی سالگرہ تھی۔ رات میں سیلیبریٹ کرنے کا شاہ میر اور لڑکیوں نے خاصا اہتمام کر رکھا تھا۔ حیام اس سب کے متعلق کچھ نہ جانتی تھی۔ وہ آج کل خود میں، اپنی ذات میں کھوئی ہوئی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے میں حویلی کے بڑوں کے درمیان حیام اور آرز سے متعلق ایک مرتبہ پھر سے باتیں ہونے لگیں تھیں۔ وہ جس ذہنی اذیت سے بار بار اپنی جان چھڑوانا چاہتی تھی وہ بارہا آکر اُس سے لپٹ جاتی تھی۔ حیام کے دن رات مستقل سوچوں میں گزر جاتے۔ بازل کی تمام ناراضگیاں ختم ہوچکی تھیں۔ البتہ مشعل اور پریشے کو اب تک اُس سے بات کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔

پچھلے کچھ دنوں سے موسم پیارا ہو گیا تھا۔ فضا میں انجانی سی مہک تھی جو اُسکی گھبراہٹ زائل کر دیتی۔ اس وقت بھی وہ چھت کی منڈیر پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ آسمان پر بکھرے بادلوں کو تکتے وہ آنے والے کل کا سوچنے پر مجبور تھی۔ نجانے کب کرن اُس کے برابر آبیٹھی۔

"تم فکر مت کرو۔" کرن کے کہنے پر حیام نے جھٹ سے اپنے ساتھ بیٹھے اُسے دیکھا۔ معلوم نہیں تھا کہ وہ کب سے وہاں بیٹھی تھی۔

"کس چیز کی فکر؟" کرن نے اُسے یوں دیکھا جیسے کہ کچھ جتا رہی ہو۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" ایک مرتبہ پھر کرن حیام سے مخاطب تھی۔

"کچھ بھی نہیں کرن!! میں سب چھوڑ کر یہاں آگئی ہوں تو وہ انسان میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ رہا؟ مجھے وہ نہیں چاہیے ہیں اب۔۔۔" حیام کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"اماں کو جانتی ہو نا تم۔۔ حیام تم کتنی بھی عزیز کیوں نا ہو جاؤ، وہ محبت کی اجازت تمہیں بھی نہیں دیں گیں۔ اُنہیں محبت سے خوف آتا ہے۔ یہ حویلی، یہاں کے لوگ، محبت سے ڈرتے ہیں۔ محبت، عشق یہ جو کچھ بھی ہوتا ہے، اُسکے سائے سے بھی بچ کر چلتے ہیں۔"

"لیکن کرن، اگر اماں کو اپنے بھانجے کی محبت نے مجبور کر دیا تو؟ اگر تایا جان کی خواہش۔۔۔" کرن اُس کے تمام خدشات سمجھ گئی تھی جب ہی اُس کی بات کاٹ دی۔

"اماں تم سے بھی بہت محبت کرتی ہیں۔ وہ تمہاری مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گی۔ ہاں، اگر وقت پہلے سا ہوتا تو میں تمہیں کہتی کہ تم ڈر کو سینے سے دبوچے قیامت کے انتظار میں بیٹھ جاؤ لیکن وقت بدل گیا ہے۔ اماں اپنے اصولوں کو تمہارے

لیے آگ میں جھونک رہی ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں، محسوس نہیں کیا؟"

"کیا محسوس نہیں کیا؟" حیام کے سوال پر کرن ہنس دی۔

"پاگل، جس حویلی میں ملازم کبھی سیدزادیوں کے برابر نہیں بیٹھے تھے آج وہ برابر بیٹھنے لگے ہیں۔ محض تم غلطی پر نہیں تھی، ہم بھی تھے۔ ہم نے سیکھا ہے کہ وہ بھی انسان ہیں۔ ہمارے نام و نسب اور رتبے سے محبت، ہماری عزت اپنی جگہ لیکن وہ بھی عزت کے حقدار ہیں۔ جس طرح ہماری عزت کا مقام اُن کا دل ہونا چاہیے، بالکل اُسی طرح اُن کی ذات کے لیے ہماری برابری معنے رکھتی ہے۔ تم نے دیکھا نہیں بشیر ابی اب بیٹھتی ہیں تو سب کے برابر میں بیٹھتی ہیں۔" حیام خاموش ہو گئی۔ کرن ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔ اُس نے دیکھا تھا لیکن وہ اس قدر ذہنی دباؤ کا شکار تھی کہ کوئی ردِ عمل نہ دے سکی تھی۔ حیام مسکرانے لگی۔ اُس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ سعدیہ بالکل ٹھیک کہتی تھی کہ حیام سب کو بدل دے گی، سب کو۔۔۔ اُس کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

"اگر میری مرضی کے خلاف فیصلہ ہو گیا تو؟" ایک مرتبہ پھر خوف طاری ہونے لگا۔

"تو ایک بات تم بھی ذہن نشین کر لو۔ اس حویلی کی لڑکیاں اب کے تمہارے ساتھ کھڑی ہو جائیں گی، تمہارے آگے تمہاری ڈھال بن کر کھڑی رہیں گیں ہم اور اگر

اسے بغاوت کہتے ہیں تو ہم زندگی میں پہلی مرتبہ بغاوت کے لیے تیار ہیں۔" کرن کی بات پر حیام حیرت کے سمندر میں غوطے کھاتی اُسے دیکھنے لگی۔ کیا سچ میں وہ سب اس سے اتنی محبت کرتے تھے؟ اگر ہاں تو حیام سا خوش نصیب کوئی کیسے ہو سکتا تھا؟

وہ عصر کی نماز ادا کر کے برآمدے میں آئی تو سب وہیں تھے۔ کرن اور مناہل ایک طرف کو بیٹھیں پریشے اور مشعل سے نجانے کون سی باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔ جبکہ منال بھی اُن کے ساتھ ہی تھوڑے فاصلے پر بیٹھی تھی۔ وہ اُن باتوں میں حصہ لینے کا کوئی شوق نہ رکھتی تھی۔ کرن نے حیام کو دیکھا تو اُسے بھی اپنے پاس بلایا لیکن وہ سہولت سے انکار کرتی برآمدے کے الگ تھلگ سے کونے میں ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ منال اپنی جگہ سے اُٹھ حیام کے برابر میں آ بیٹھی۔ اُسے حیام ٹھیک نہ لگی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟ تمہارے چہرے پر یہ تاثر مجھے خوف دلا رہا ہے حیام۔۔۔" منال کا اشارہ حیام کے چہرے پر چھائے ہوئے خوف کی جانب تھا۔ اُسکا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔ لبوں پر بار بار زبان پھیرتی وہ اُن کی خشکی کو تر کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔" اُسکے کانپتے ہاتھوں کو منال نے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ آج وہ سب

حویلی کے کھلے برآمدے میں تھے چونکہ موسم خوشگوار جو ہوئے جا رہا تھا۔

"حیام، چلو یہاں سے۔" منال کو ڈر تھا کہ کوئی اُس کی اس حالت کو دیکھ نہ لے۔

"نہیں، مجھے اندر گھٹن ہو رہی ہے۔" حیام نے کہتے ہی اپنے گرد لپٹی شال اُتار کر ایک طرف پھینکنے کے سے انداز میں رکھی۔ رتی بھر بھی سکون نہ ملا تو اپنے گرد حجاب کی صورت لپیٹا ڈوپٹہ بھی اُتار کر کاندھے پر ڈال دیا۔ ایسا کرنے سے جوڑے میں مقید بال کسی آبشار کی صورت اُس کے چہرے کر گرد اور کمر پر بہہ گئے۔

"حیام مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟" منال سوال پر سوال کیے جا رہی تھی۔

"تم نے۔۔۔ وہ مجھے۔۔۔۔ تم نے اُنہیں دیکھا تھا نا جب وہ آئے تھے مجھے لینے؟" حیام کے لہجے میں بے قراری کے ساتھ ساتھ کچھ کھو جانے کا خوف تھا، اذیت تھی۔

"ہاں، میں نے دیکھا تھا۔"

"مجھے بتاؤ وہ کیسے دکھتے ہیں؟ مجھے اُن کا ایک ایک نقش یاد کروا دو۔ مجھے یاد نہیں آ رہا منال۔۔۔" کسی بھی دوسرے فرد کی پرواہ کیے بغیر وہ مدھم آواز میں رونے لگی۔ کیسی بے بس تھی وہ۔ منال اُس کے سامنے بیٹھی اُسے اپنے آگے چھپائے ہوئے تھی یوں حیام کو کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔

"حیام۔۔۔" منال کو اُس پر ترس آنے لگا جس سے حیام کو سخت نفرت تھی۔ اُسے

خود پر پڑتی ترس کھاتی نظروں سے نفرت تھی۔

"مجھ پر ترس کھالو لیکن بتادو۔ میں اُنہیں سوچنا چاہتی ہوں لیکن اُنکا چہرہ میری یاداشت سے مٹ گیا ہے۔"

"حیام تمہارے پاس اُن کی کوئی تصویر۔۔۔۔؟"

اماں بیگم کو یکدم بے چینی سی ہونے لگی۔ ندا بیگم سے بات کرتے اُنہوں نے چہرہ پھیر کر حیام کو تکنا چاہا لیکن وہ منال کے پیچھے چھپی بیٹھی تھی لیکن اُس کے ہاتھوں میں قید حیام کے کانپتے ہاتھ اُنہیں کسی انہونی کا اشارہ دے رہے تھے۔

"حیام۔۔۔۔" اماں بیگم نے اُسے پکارا لیکن وہ دونوں سُن ہی کہاں رہیں تھیں۔

"حیام۔۔۔۔۔ منال۔۔۔۔" اماں بیگم نے ایک مرتبہ پھر پکارا۔ اب سب کی توجہ اُن دونوں کی جانب تھی جو کہ نہ بولنے کی قسم کھا بیٹھیں تھیں۔

ایک لمحے کا کھیل تھا، حیام جلدی سے وہاں سے اُٹھتی باہر برآمدے سے اوپری سیڑھیوں کی جانب بھاگی۔ برآمدے کا پردہ اُٹھاتی وہ اپنا ڈوپٹہ وہیں گرا گئی۔ منال اُس کے پیچھے بھاگی تھی۔ وہ سب تو بت بنے اُنہیں دیکھ رہے تھے۔

"حیام، رکو۔۔۔۔۔ حیام۔۔۔۔" منال کی آواز پوری حویلی میں گونج رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کرن بھی اُن دونوں کے پیچھے بھاگی۔اُس کے علاوہ کسی کے قدموں میں جان نہ تھی کہ وہ اُن کے پیچھے جاتے۔

حیام نے کمرے میں آتے ہی پورا کمرہ تحس نحس کر دیا۔الماری کھولتے ہی وہ اپنے کپڑوں کو نکال نکال کر فرش کی زینت بنانے لگی۔منال بس اُسے روکنے کی تگ ودو میں مصروف تھی۔وہ اپنا سارا سامان بے ترتیب کر چکی تھی لیکن اُسے یاد نہ پڑتا تھا کہ اُس کے پاس آرز کی کوئی تصویر تھی یا نہیں۔نہیں،اُس کے پاس نہیں تھی۔ہاں اُس کے پاس چند ایک تصویریں تھیں لیکن وہ تو اُس کے موبائل میں ہوا کرتیں تھیں۔اُس کا موبائل،وہ کہاں تھا؟؟

"میرا موبائل؟؟؟"وہ یکدم پھر سے اُسکی تلاش میں سارے فرنیچر کی ڈراز کنگھالنے لگی۔منال نے اُسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

"تمہارا موبائل اماں کے پاس ہے۔"وہ جو خود کو منال کی گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی، تھم گئی۔وہ کیسے بھول گئی تھی یہ بات؟کیا وہ اب باتیں بھی بھولنے لگی تھی؟منال نے دروازے پر جم کر کھڑی کرن کو دیکھا جو اُس کا اشارہ سمجھتی واپس نیچے کو دوڑتی ہوئی آئی۔وہاں اماں بیگم تخت کے سرے کا سہارا لیے کھڑی تھیں۔کرن اُنکے قریب جاتی اُنکے آگے جھکتی کان میں سرگوشی کرنے لگی۔وہ کرن کے ہمراہ اپنے کمرے کی جانب چل دیں۔

NEW ERA MAGAZINE .COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کچھ دیر میں کرن حیام کا موبائل ہاتھ میں تھامے ایک مرتبہ پھر وہاں موجود تھی۔ حیام نے فوراً پیشتر اپنا موبائل اُس کے ہاتھ سے جھپٹا۔ گیلری کھولتے ہی سامنے تصویروں کا انبار لگا تھا۔ وہ سکرین سکرول کرتے ایک مخصوص شخص کی تصویر ڈھونڈنے لگی۔ بالآخر اُسے اپنی مطلوبہ تصویر مل گئی۔

وہ تصویر جس میں وہ ہنستا مسکراتا کھڑا تھا۔ اُسکے ساتھ بازل اور مشعل دونوں کھڑے تھے۔ وہ تصویر حیام نے ہی کلک کی تھی۔ وہ کم مسکراتا تھا۔ حیام کو یاد نہ آیا کہ وہ کیوں مسکرا رہا تھا شاید بازل کی کسی بات پر لیکن حیام فلحال یہ سوچنا نہ چاہتی تھی۔ وہ اُس کے چہرے کے نقوش حفظ کر لینا چاہتی تھی۔ آرز کی چمکتی آنکھیں، کسی بھی تیوری سے پاک پیشانی، اُس کے ماتھے پر بکھرے بال۔۔۔ حیام کو لگا اُس کا دل بند ہو جائے گا۔ اُس کے بہتے آنسو تھم گئے۔ منال نے اُس کے ہاتھ سے موبائل واپس تھام لیا۔ حیام کو محسوس ہوا وہ پھر سے آرز کا چہرہ بھول چکی ہے۔ بے بسی ہی بے بسی تھی۔ اذیت تھی کہ ختم ہی نہ ہوتی تھی۔ وہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ کمرے کے عین وسط میں ڈھے گئی۔ منال بھی اُس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"حیام!!!!!"

"وہ مجھے بھول گیا پھر سے منال۔۔۔" منال بھی رو دی تھی۔

"میں کہتی تھی نا تمہیں کہ تم اُن سے عشق کرتی ہو۔ تمہیں اُنکے جسم سے کوئی سروکار نہیں، تمہیں اُنکی روح سے مطلب ہے۔ اُنکا چہرہ تک تم بھول گئی ہو حیام، اب سوچو کہ غلط کہتی ہوں کیا میں؟" حیام نے اپنا جھکا چہرہ اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ آج اُس نے یہ بات مان لی تھی اُس سے مزید انکار نہ ہوا تھا۔ وہ آرزحسن سے عشق کرنے لگی تھی۔

منال نے اُسے کچھ دیر کے لیے سُلا دیا تھا۔ مغرب سے کچھ دیر پہلے اُسے اُٹھایا گیا۔ بے وقت کی نیند سے اُس کا سر بوجھل ہونے لگا۔ افطار کے لیے آج وہ نیچے سب کے ساتھ نہیں بیٹھی تھی۔ وہ کچھ دیر تنہا رہنا چاہتی تھی۔ اُس کے لیے افطار سعدیہ اوپر ہی لے آئی جسے حیام نے واپس نہیں جانے دیا تھا، اپنے پاس ہی روک لیا تھا۔

سعدیہ نے حیام سے کوئی سوال نہ کیا۔ حیام کی ذہنی حالت ٹھیک نہ تھی، مزید کسی چیز کی پریشانی اُسے نہ دینا ہی بہتر تھا۔ افطار سے فارغ ہو کر بھی وہ کمرے کی چار دیواری میں ہی قید رہی۔ سعدیہ بھی خاموشی کے ساتھ اُس کو ایک جگہ بیٹھا دیکھتی رہی۔ اُس کی سیدہ بی بی بے چین تھیں، وہ کیسے سکون میں ہو سکتی تھی۔

"سیدہ بی بی۔۔" بہت ہمت کر کے اُس نے حیام کو مخاطب کیا جو گلاس ڈور سے باہر

منظر پر ٹمٹماتے ستاروں کو دیکھ رہی تھی۔آج چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا جبکہ ستاروں کی بھی چمک روز کی طرح پُر روشن نہ تھی۔منظر دُھندلایا ہوا تھا یوں جیسے کہ طوفان آنے کا خدشہ ہو۔ہوا تو پہلے ہی زور و شور سے در و دیوار ہلا رہی تھی۔

"ہممم۔۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔میں دعا کروں گی آپ کے لیے۔۔"

"ہمم، تم دعا کرنا میرے لیے۔معلوم نہیں میری دعا قبول ہو گی کہ نہیں۔"

آج اتنے عرصے بعد اُس کے لہجے میں بے یقینی تھی جو اس حویلی میں آتے وقت ہوا کرتی تھی۔

"اب تو آپ اللہ پاک کے قریب ہو گئی ہیں، پھر یہ بے اعتباری؟اللہ پاک کو ناراض کر رہی ہیں آپ؟"

"میں کیا کروں، سعدیہ؟میں تھک گئی ہوں۔میں کوئی شکوہ، کوئی شکایت نہیں کرنا چاہتی لیکن میری ہمت جواب دے گئی ہے۔اللہ پاک کہتے ہیں نا کہ وہ کسی انسان کو اُس کی ہمت سے زیادہ نہیں آزماتے لیکن وہ مجھے آزما رہے ہیں۔میں نے اُن سے اپنی

خواہشات کی تکمیل کہاں چاہی تھی؟ میں نے اُن سے صرف اُن کے پیاروں میں جگہ مانگی تھی لیکن وہ مجھے دنیاوالوں میں دھکیل رہے ہیں۔ وہ دنیا جہاں مجھے رسوائی کے سوا کچھ نہ ملا۔" حیام کے لہجے میں تھکن کے آثار تھے۔

"خدا سے بدگمان نہیں ہوا کرتے۔ یہ سوچیں کہ ہو سکتا ہے وہ آپ کے لیے کوئی ایسا راستہ بنا رہے ہوں جو کہ آپ کو تمام رسوائیوں سے محفوظ کر دے گا۔" حیام اُس کی بات پر ہنسی۔

"وہ مجھے جس راستے کی جانب موڑ رہے ہیں سعدیہ، میری تمام اذیتوں کی وجہ وہی در ہے۔ تم دعا کرو کہ مجھے سکون مل جائے۔ مجھے دنیا نہیں چاہیے، مجھے آخرت چاہیے۔ سکون چاہیے۔۔۔۔ کروگی نا تم دعا؟" حیام نے اس تمام گفتگو میں پہلی مرتبہ اُسے مڑ کر دیکھا۔ سعدیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم جاؤ مجھے کچھ دیر اکیلا رہنا ہے۔" وہ چلی گئی۔ ایک مرتبہ پھر حیام باہر آسمان کو تکنے لگی۔ چلتی ہوا کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔

اے میرے دلِ ویراں! اب جو کوئی کہہ ڈالے

مجھے تم سے محبت ہے، تو تم مسکرا دینا

بلکہ یوں کرنا کہ کھلا کے ہنس پڑنا

چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹوٹ کر بکھر جانا

ٹوٹ جانا بہتر ہے، بکھر جانا قیامت ہے

لیکن ایک نعمت ہے آنسوؤں کا بہہ جانا

دل کے روگ ڈھل جانا، زخم گہرے کھا جانا

عجب کشمکش سی ہے، کھلنا ہے یا مرجھانا

اے میرے دلِ ویراں! افسردگی تو ہر سو ہے

موت سب سے اچھی ہے، بہتر ہے کہ مر جانا

(سیدہ انعم بخاری)

عشاء کی نماز ادا کر ابھی اُس نے دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اُٹھائے ہی تھے کہ اُسکے کمرے کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔ وہ دعا میں مشغول رہی۔ دستک دینے والا خود ہی اندر آ گیا تھا۔ وہ سکون سے دعا مانگتی چہرے پر ہاتھ پھیر کر اُٹھی اور اپنے قریب کھڑی پریشے کو تکا۔ آج پہلی مرتبہ وہ خود چل کر حیام تک آئی تھی۔ جائے نماز تہہ کرتے وہ مسلسل کچھ پڑھ رہی تھی۔ خود پر پھونکتی وہ سیدھی ہوئی۔ نظریں پریشے کے باہم ملے ہاتھوں پر تھیں۔ وہی ہاتھ جن میں کبھی آرز کے نام کی انگوٹھی ہوا کرتی تھی۔

"ٹھیک سے دیکھ لو اب وہ انگوٹھی نہیں پہنتی میں۔" پریشے نے اُسے دکھانے کو اپنے دونوں ہاتھ حیام کے سامنے پھیلائے۔ وہ حیام کی نگاہوں کا ارتکاز محسوس کر گئی تھی۔

"میں نے ایسا کب پوچھا تم سے؟ مبارک ہو تمہیں شادی کی۔۔۔" حیام مسکرا کر کہتی رُخ موڑ گئی۔

"تم نہیں آئی؟ بازل تمہاری راہ تکتے رہے تھے اُس روز۔۔۔" پریشے خود ہی کاؤچ پر بیٹھ گئی۔ اُسے آئے دن سے حیام کا انداز لیا دیا ہی محسوس ہوا تھا۔

"میں بھائی کو پہلے ہی بتا چکی تھی کہ نہیں آؤں گی۔"

"تم بُرا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں؟"پریشے نے جھجکتے ہوئے اجازت چاہی۔

"ہاں، پوچھونا۔۔۔"حیام اُس کے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔

"کب تک یونہی خفا رہو گی مجھ سے؟"

"میں؟ میں خفا نہیں ہوں اور تمہیں ایسا کیوں لگا؟"حیام ہنس دی اور ایک مرتبہ پھر سے خود ہی بولنے لگی۔

"پریشے میری پوزیشن ایسی نہیں ہے کہ منہ پھیر لوں۔۔۔ہاں، البتہ خفا ہونے کا، جھگڑنے کا حق تو تمہارا ہے۔تم نے سوال ہی نہیں کیا اب تک، میں تو کب سے خود کو ہر جواب کے لیے تیار کیے بیٹھی ہوں۔"

"اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں تم سے کوئی جواب چاہتی ہوں؟"پریشے اُس کے چہرے کے تمام اُتار چڑھاؤ غور سے دیکھ رہی تھی۔

"دکھ تو ہوا ہو گا نا؟ یا شاید اب بھی ہو۔"حیام کا اشارہ اُس کی آرز کے ساتھ منگنی ٹوٹ جانے کی جانب تھا۔

"نہیں، حیام مجھے کوئی دکھ نہیں۔میں نے آرز بھائی سے شادی کی رضامندی صرف

بڑوں کی خواہش پر دی تھی۔نہ میں نے اُنکے نام سے جڑے خواب سجائے تھے نہ کبھی کوئی خواہش کی۔میں نے اپنے اندر کی رومانوی لڑکی کو ایک پریکٹیکل لڑکی کی قید میں محض قیدی رکھا تھا جس کو آزادی کا کوئی پروانہ نہیں چاہیے تھا۔"

"میں نہیں مانتی۔۔۔"پریشے کی کہی ہر بات وہ جھٹلا دینا چاہتی تھی۔

"ایک عورت کے بہت روپ ہوتے ہیں حیام،اس لیے نہیں کہ وہ منافق ہوتی ہے بلکہ اس لیے کہ وہ اپنے تمام رشتوں کو اُن کے مقام پر رکھنا جانتی ہے۔اگر ایسے عورت ذات منافق کہلاتی ہے تو مجھے یہ منافقت بہت عزیز ہے۔تم میرا یقین کرو یا نہ کرو یہی سچ ہے۔میں بازل کے ساتھ بہت خوش ہوں۔"

"خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔"دونوں نے دل ہی دل میں آمین پکارا تھا۔

"تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو؟کیا ہم پھر سے پہلے کی طرح نہیں ہو سکتے؟"پریشے نے ایک مرتبہ پھر اپنا ہاتھ دوستی کے لیے حیام کی جانب بڑھانا چاہا۔

"جو کچھ میں تمہارے ساتھ کر چکی ہوں اُس کے بعد بھی تم مجھ سے کوئی تعلق رکھنا چاہتی ہو تو حیرت ہو رہی ہے مجھے۔۔۔"

"تم نے میرے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا۔دوستی؟؟"پریشے نے اُس کے سامنے باقاعدہ اپنا ہاتھ بڑھایا جس کو حیام نے مسکراتے ہوئے تھام لیا تھا۔جو بھی تھا وہ بازل کی زندگی کا اہم حصہ تھی اب،حیام اُسے کیسے نظرانداز کر سکتی تھی۔ہاں،البتہ یہ توطے تھا کہ اب اُن کا رشتہ پہلے سا نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔کبھی بھی نہیں۔

"سب سے صلح کا ہاتھ ملالیا ہے تم نے اور ایک مجھے کنارے سے لگا کر کتنی خوش ہو تم حیام۔۔۔"نہ جانے مشعل کب سے کھڑی اُنکی باتیں سُن رہی تھی،جب رہا نہ گیا تو بول پڑی۔

"کیا مجھ سے بڑھ کر کوئی تمہارے لیے ہو سکتا ہے؟پریشے یا پھر اس حویلی کے لوگ؟ میں تو تمہاری بہن تھی یار،مانا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن میں اپنی جگہ مجبور تھی۔۔۔ یہ نہیں دیکھا تم نے؟مجھے بٹھا کر سمجھا بھی تو سکتی تھی نا؟لیکن نہیں،شاید ہمارے درمیان اتنی محبت نہیں تھی جتنی میں تصور کرتی تھی۔"وہ رو رہی تھی۔حیام کے آنسو بھی بغاوت کرنے پر تلے تھے جب ہی تو بہے جا رہے تھے۔

"بولتی کیوں نہیں ہو تم؟شاید میں نے غلطی کی جواب تک سوچتی رہی کہ ہم پھر سے پہلے جیسے ہو جائیں گے۔معافی مانگ لینے سے زخم بھر نہیں جایا کرتے اور تم نے

یہاں نئے رشتے، نئی سہیلیاں بنالیں ہیں تو میری جگہ کہاں باقی رہتی ہو گی۔"

"میں تم سے خفا نہیں ہوں مشعل، تمہارا قصور ہوتا تو میں ناراض ہو بھی جاتی لیکن غلطی سراسر میری تھی۔ تم نے اُس رات مجھے جو کچھ کہا اُس کا ایک ایک لفظ بالکل سچ تھا۔ بس میری انا پسند ذات اپنا قصور ماننے سے انکاری تھی لیکن اب میں نے اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہونا سیکھ لیا ہے۔ میں اب جہاں قصوروار ہوتی ہوں مان لیتی ہوں۔" حیام آگے بڑھ کر مشعل کے گلے لگ گئی اور اُس نے بھی بدلے میں حیام کو کچھ نہ کہا، بس اُس کو مضبوطی سے خود میں بھینچ لیا۔ وہ دونوں کیسے اتنی دور ہو گئیں تھیں۔ پریشے بھی نم آنکھوں کے گوشے صاف کرتی اُن کے گرد اپنی بانہیں حائل کرتی گلے لگ گئی۔

❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦

بارہ بجتے ہی شاہ میر اور لڑکیوں نے سب کو اکٹھا کر لیا تھا۔ منال جا کر حیام کو بھی بُلا لائی تھی جو کہ اپنی ہی سالگرہ بھولے بیٹھی تھی۔ سارا برآمدہ غباروں اور جگمگاتی روشنیوں سے روشن تھا۔ سیلیبریشن کا سارا انتظام پچھلے برآمدے میں کیا تھا کیونکہ وہ بند تھا جبکہ اگلی طرف کا برآمدہ کھلا تھا اور موسم انتہائی خراب صورتحال اختیار کر چکا تھا۔ حیام کا تو حیرت سے بُرا حال تھا۔ اُسے کیسے نہ معلوم ہوا تھا کہ وہ سب یہ سوچ بیٹھے تھے۔

"سالگرہ مبارک۔۔"سب سے پہلے بازل نے اُسے وِش کیا تھا۔ باری باری وہ سب سے ملی۔جب سب نے اُس کو کیک کاٹنے کی طرف توجہ دلوائی تو وہ تھمی۔

"ایک منٹ۔۔۔"حیام وہاں سے چلی گئی۔اُس کا رُخ حویلی کے دوسری جانب تھا وہیں جہاں باجی بیگم کا کمرہ تھا۔اُنکے کمرے کے باہر کھڑے وہ تذبذب کا شکار تھی۔
دروازے پر دستک دے وہ اندر آئی۔باجی بیگم جاگ رہیں تھیں۔

"تم یہاں؟اس وقت حیام؟"

"پھپھو!!میری سالگرہ ہے۔"حیام نے یوں بتایا جیسے کہ کوئی راز افشاں کر رہی ہو۔

"سالگرہ مبارک ہو تمہیں بہت۔خوش رہو،آباد رہو۔"وہ اُسکے پاس آتیں اُسے دعائیں دے رہی تھیں۔

"نیچے سب سیلیبریٹ کر رہے ہیں۔وہ سب میری خوشیوں میں برابر شریک ہیں لیکن آپ وہاں سب میں موجود نہیں تو میری خوشی ادھوری سی لگ رہی ہے۔"حیام مدعے پر آئی۔

"جاؤ حیام،چلی جاؤ۔تم جانتی ہو کہ میں اس کمرے سے نہیں نکلوں گی۔"

"اور میں بھی بتا چکی ہوں کہ آپ کے بغیر نہیں جاؤں گی۔"وہ بھی بضد ہو گئی۔

"حیام۔۔۔۔۔"

"پھپھو، آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا جو خود کو اتنے سال سے قید میں رکھے ہوئے ہیں۔ جب خدا اپنے بندوں کو ایک پکار، ایک معافی پر معاف کر دیتا ہے تو پھر آپ خود کو معاف کیوں نہیں کر رہیں ہیں؟"

"میں خدا نہیں ہوں نا حیام، اسی لیے۔" دونوں کی آنکھوں سے آنسو متواتر بہہ رہے تھے۔

"اپنی ماں کو جو تکلیف آپ روز اس کمرے میں بند رہ کر دیتیں ہیں، اُس کی کوئی دلیل ہے آپ کے پاس؟ اس بات کی معافی مانگنے کے لیے ایک سزا کاٹنے کے بعد مزید کتنے سال اور قیدی رہیں گیں؟"

وہ سچ کہہ رہی تھی۔ حاجرہ بیگم اپنے رشتوں کو تکلیف دے رہیں تھیں۔ کسی کے چلے جانے سے زندگی رکتی تو نہیں ہے۔ وہ خدا کے قریب اپنوں کے نزدیک رہ کر بھی تو ہو سکتیں تھیں۔ اُنہوں نے اتنا تاریک راستہ کیوں چنا تھا؟

"وہ آپ کو باہر دیکھیں گیں تو خوش ہو جائیں گیں۔" حاجرہ بیگم جانتیں تھیں کہ حیام بہت جلد یہ سب کرے گی لیکن یہ نہیں جانتیں تھیں کہ اتنی جلد فیصلے کا وقت آ جائے گا۔ پچھلے کچھ عرصے سے حیام بات بات پر باہر نکلنے کا ذکر چھیڑ دیا کرتی تھی۔

"میں کیسے؟"

"آپ ایک عام انسان ہیں پھپھو اور زندگی جینے کا حق آپ کے پاس برابر کا ہے۔ تائی امی کو دیکھیں، تایا کے بعد اُنہوں نے خود کو زندگی سے الگ تو نہیں کر لیا، رنگوں سے نفرت تو نہیں کی۔ پھر آپ کو رنگوں سے اتنی نفرت؟" حیام کا اشارہ اُن کے سفید لباس کی جانب تھا۔ اُس نے اُنہیں ہمیشہ صرف سفید اور سیاہ رنگ ہی میں دیکھا تھا۔

"یہی بات میں بھی کر سکتی ہوں حیام۔۔" اب کے حیام لاجواب ہو گئی۔

"اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔ ابھی چلیں میرے ساتھ۔" حیام نے بہت امید سے اُن کی جانب اپنے ہاتھ پھیلائے جسے کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد اُنہوں نے تھام لیا تھا۔ حیام اُنہیں لیے کمرے سے نکل آئی۔ کتنے عرصے بعد وہ اس کمرے کی چار دیواری سے باہر کی دنیا دیکھ رہیں تھیں۔ ایک فکر اُنہیں الگ کھائے جا رہی تھی کہ سب اُنہیں باہر دیکھیں گے تو ردِ عمل کیا ہو گا۔ جبکہ دوسرے منظر پر برآمدے میں اس وقت موجود سب حیام کی یوں غیر موجودگی، اُس کے اچانک چلے جانے سے سوچوں میں غرق تھے۔ تب ہی وہ واپس آئی لیکن وہ اکیلی نہیں تھی۔ حیام کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ باجی بیگم دونوں ہاتھوں سے حیام کا ہاتھ اور بازو تھامے خاموش وہاں آئیں تھیں۔ سب کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ پریشاں اور مشعل چہرے گھما گھما کر سب کو دیکھ رہیں تھیں آخر ایسی بھی کیا بات تھی کہ سب کو چپ لگ گئی تھی۔۔ اور وہ دونوں

تو حیام کے ساتھ موجود خاتون کو جانتیں تک نہ تھیں۔

"حاجرہ۔۔"

سب سے پہلے ہوش اماں بیگم کو آیا تھا۔وہ فوراً آگے بڑھ کر اپنی بیٹی سے لپٹ گئیں۔ باری باری سب ہی ہوش میں آتے گئے۔اُن کا یوں باہر آجانا سب کے لیے حیرانی کے ساتھ ساتھ خوشی کا بھی باعث تھا۔

"چلو حیام،اب لے آئی ہو مجھے تو وہ کام بھی کر لو جو کرنے کے لیے لائی ہو۔"اماں کے ساتھ بیٹھے ہوئے حاجرہ بیگم نے حیام کو مخاطب کیا۔

"آپ آگئیں ہیں تو اب کیک کٹ کر لوں گی،نہ آتیں تو۔۔۔۔۔"حیام نے مسکراتے ہوئے بات جان بوجھ کر ادھوری چھوڑ دی۔

کیک کاٹتے ہی سب سے پہلے اُس نے منال کو کھلایا تھا۔اس لمحے مشعل کو باخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ اب جو مرضی ہو جائے وہ دونوں چاہ کر بھی پہلے جیسی نہیں ہو سکتیں اور شاید اُس نے اس بات کا یقین بھی کر لیا تھا۔مشعل کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ کم از کم اس سے بات تو کرتی ہے۔

"میرے تحفے؟"حیام نے بالکل تکلف نہ کیا۔وہ سب ہنس دیئے تھے۔

"تھوڑا صبر کر و لڑکی۔۔۔"شاہ میر نے اُسے ٹوکا لیکن وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

سب سے پہلے اُسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑی ہو گئی۔ کتنا مان تھا کہ وہ اُسے خالی ہاتھ لوٹائے گا ہی نہیں۔

"اچھا بھئی یہ لو۔۔" شاہ میر نے اپنی جیب میں سے ایک لمبا سا مخملی نیلے رنگ کا باکس نکال حیام کو پکڑا دیا۔ حیام نے جھٹ سے اُسے کھولا تو ساکت رہ گئی۔ باکس میں وہی بریسلیٹ تھا جو شہر میں حیام اور مشعل کو پسند آیا تھا۔

"یہ۔۔؟"

"کیسا ہے یہ بتاؤ؟" شاہ میر نے اُسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھنا چاہا۔

"بہت خوبصورت ہے۔" حیام نے فوراً ہی وہ بریسلیٹ نکال کر اپنی کلائی کے گرد گھماتے شاہ میر کے آگے ہاتھ بڑھایا۔ صاف اشارہ تھا کہ لاک بند کرنے میں مدد کی جائے جو کہ اُس نے خوشی خوشی کر دی۔

سب نے اُسے تحفے دیئے تھے۔ باقی تمام تحفے کھولنے کا کام وہ بعد کے لیے ٹال گئی۔ ابھی تو محض وہ شاہ میر کے دیئے گفٹ کے سحر میں جکڑی ہوئی تھی۔

"حیام، ادھر آ۔۔" اماں بیگم کے بلانے پر وہ مسکرا کر اُن کے برابر میں جا بیٹھی۔ اماں نے اپنے کانوں میں موجود جھمکے اُتار کر اُسے تھما دیئے۔

"بہت جلد آپ کا سارا سونے کا زیور میں لے کر غائب ہو جاؤں گی۔" اپنی کہی بات پر

حیام خود ہی ہنس دی۔ پہلے بھی اماں اُسے اپنی بالیاں دے چکی تھیں اور اب یہ جھمکے۔

"اماں! ویسے آج تک آپ نے ہمیں تو اپنا پہنا کچھ نہ دیا اور حیام پر بڑے لاڈ لٹاتی ہیں آپ، کیا سب کچھ اسے ہی دے دیں گیں؟" کرن نے شرارت سے اُنہیں ٹوکا تھا۔

"جاؤ بھئی، تم سب کُڑیاں اپنی اپنی ماؤں سے لو، میں پہلاں ہی دے چکی۔ میرے پاس گنتی کی جو چار چیزیں ہیں وہ میری حیام کی ہیں۔" اماں کے لہجے میں اُس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔

"یہ کہاں کا انصاف ہوا بھلا؟" اب شکایت منال نے کی۔

"صاف سی بات ہے کہ تم سب کی دادی لگتیں ہیں یہ اور میرا۔۔۔۔ میرا رشتہ زرا مختلف ہے تم سب سے۔" حیام نے فوراً جواب دیا۔

"وہ کیسے؟ تمہاری طرح ہم بھی اماں کہتے ہیں انہیں۔" کرن تو جیسے میدان میں اُترنے کو کب سے تیار تھی۔

"ہاں، کہتے ہو لیکن کہہ دینے سے یہ تمہاری ماں تو نہیں بن جائیں گیں۔ میں کہہ دیتی ہوں تو یہ بن جاتیں ہیں۔ اور یہ پھپھو کو میں یونہی پھپھو کہہ دیتی ہوں، غور سے دیکھو بہن ہیں میری۔ ابھی بھی اتنی جوان ہیں کوئی دیکھے تو مجھ سے چھوٹی ہی سمجھے گا۔" حیام کی بات پر سب ہنس دیے جبکہ حاجرہ بیگم نے اُسے مصنوعی خفگی سے ٹھکا دیا۔ بازل اور

شاہ میر جا چکے تھے اب صرف خواتین وہاں موجود تھیں۔وقت گزر رہا تھا اور رات ڈھل رہی تھی۔

وہ وہاں سے اُٹھتی باہر کھلے برآمدے میں آ گئی۔ہوا کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ وہ کھڑی بھی نہ رہ پا رہی تھی۔وہ وہیں برآمدے میں سمٹ کر کھلے آسمان تلے بیٹھ گئی۔کسی کام سے حویلی کے اندر آتے شاہ میر نے اُسے بیٹھے دیکھا تو ٹھٹھک کر رکا۔وہ چلتا ہوا اُس سے کچھ فاصلے پر وہیں بیٹھ گیا۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو؟موسم نہیں دیکھا کتنا خراب ہو رہا ہے؟"

"کیا فرق پڑتا ہے شاہ میر بھائی،جب دل کے اندر کا موسم خراب ہو تو باہر کا موسم جیسا بھی ہو۔۔۔کیا فرق پڑتا ہے؟"

"شاید تمہیں فیصلہ کر لینا چاہیے حیام،پھر یہ بے چینی ختم ہو جائے گی۔"

"فیصلہ تو کب کا کر چکی ہوں،شاید اُسی دن جب پہلی مرتبہ یہاں آئی تھی۔"شاہ میر اُس کے فیصلے سے انجان تو نہ تھا۔

"ایک غلطی کا کفارہ کب تک ادا کرتا رہے گا وہ؟"

"بھائی!! غلطیوں کے کفارے کہاں ہوا کرتے ہیں؟ کفارے تو۔۔۔" حیام نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"غلطیوں کی سزائیں ہوا کرتیں ہیں اور سزا کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ سزا تو آخری سانس تک کاٹنی پڑتی ہے جیسے کہ میں کاٹ رہی ہوں۔ میں فیصلہ بدل لوں گی تو مطلب کہ سزا سے بچنا چاہتی ہوں، تو وہ بُرا منا جائے گی۔"

"کون؟" شاہ میر ہمیشہ اُس کی باتوں پر اُلجھ پڑتا تھا۔

"سزا۔۔۔ اور کون۔۔ اُسے یوں لگے گا کسی نے زور کا طمانچہ دے مارا ہو۔ اتنی ظالم نہیں ہوں میں؟" حیام نے اپنے گرد لپٹی شال کو کچھ مزید کھینچا۔ اُس کی رگوں میں گردش کرتا خون جامد پڑتا جا رہا تھا۔ بادل جیسے برسنے کو تیار تھے۔

"تم خود ہی تو کہتی ہو حیام کہ تم نے غلطی نہیں گناہ کیا تھا، پھر سمجھو کہ کفارہ ادا کرنا تمہاری سزا ٹھہرا ہے۔ کفارہ ادا ہو گیا ہے۔ اب تم آزاد ہو۔ اُس گدھے نے غلطی کی تھی تو سزا دینا تو بنتی ہے۔ سزا سزا میں ہاں کر دو، ساری زندگی اپنے سامنے تڑپاتی رہنا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اُسے۔" شاہ میر اُسے پچکار رہا تھا۔

"تو یوں کہیں نا کہ آپ چاہتے ہیں سزا بھی میں کاٹوں اور کفارہ بھی میں ہی ادا کروں؟"

حیام کے آنسو اُس کی آنکھوں سے بہنے کو بے تاب تھے۔ شاہ میر خاموش ہو گیا تھا۔

"وہ انسان ایک مرتبہ مجھے چھوڑ چکا ہے بھائی، میرے حق میں خاموش کھڑا تماشا دیکھتا رہا تھا۔ کیا گارنٹی ہے کہ اب کے میرا ہاتھ تھام لے گا اور تھام لے گا تو چھوڑے گا نہیں؟ میرے لیے خاموش نہیں رہے گا؟ میں اُس انسان کے آ جانے سے اب ساری زندگی ڈرتی رہوں گی۔ ساری زندگی اسی سوچ میں گزر جائے گی کہ اب آیا ہے تو چھوڑ کر کب جائے گا؟ میں خوف میں زندگی نہیں گزارنا چاہتی۔"

حیام کا ایک آنسو تک نہ بہا لیکن شاہ میر نے اپنے آنسو روکنے کی کوئی کوشش نہ کی۔

"اور وہ اس اذیت میں زندگی گزار دے گا کہ کب تم اُسے پکارو گی؟ یا پھر پکارو گی بھی کہ نہیں؟ میں یہ سب کہہ رہا ہوں تو یہ مت سمجھنا کہ اُسکے لیے سوچ رہا ہوں۔ میری سوچوں کا محور اب صرف تم ہو۔ تم جو فیصلہ کرو گی، میں تمہارے ساتھ کھڑا رہوں گا۔" وہ حیام کا سر تھپکتا وہاں سے چلا گیا۔ اُس نے اپنے آنسوؤں کو جو روک رکھا تھا اب

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سب بہہ گئے۔وہ بہت تکلیف میں تھی۔شاید قدرت بھی یہ بات جان گئی تھی تب ہی تو گرج چمک کے ساتھ بادل برسنے لگے تھے۔تیز بارش اُسے بھگوئے جا رہی تھی لیکن اُسے پرواہ نہ تھی۔وہ وہیں خود میں سمٹی بیٹھی رہی۔اُس کے ہونٹ سفید پڑتے جا رہے تھے۔جسم میں جان باقی نہ تھی۔سر میں درد بڑھتا جا رہا تھا لیکن اس سب کے باوجود اُس کے ذہن میں ایک مرتبہ بھی یہ خیال نہ آیا کہ وہاں سے اُٹھ جائے۔حیام کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔غنودگی طاری ہو رہی تھی۔

"آرز۔۔۔۔۔۔۔"آرز حسن کا نام اُس کے لبوں سے سرگوشی کی صورت نکلا تھا۔اُس کی آنکھیں مکمل بند ہو گئیں۔اُس کا وجود ایک طرف کو لڑھک گیا۔

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں، کب ہاتھ میں تیرا ہاتھ نہیں

صد شکر کہ اپنی راتوں میں، اب ہجر کی کوئی رات نہیں

مشکل ہے اگر حالات وہاں، دل بیچ آئیں جاں دے آئیں

دل والو کوچہ جاناں میں، کیا ایسے بھی حالات نہیں

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی
ہے

یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

میدانِ وفا دربار نہیں، یاں نام ونسب کی پوچھ کہاں

عاشق تو کسی کا نام نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

گر بازی عشق کی بازی ہے، جو چاہو لگا دو ڈر کیسا

گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

(فیض احمد فیض)

❤ جاری ہے ❤

NEW ERA MAGAZINE .com

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین